ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.1 (2025)
(January to March)

ثریا شہاب کے ناولوں میں سماجی مسائل

Social Issues in Suraiya Shahab's Novels

ثوبیہ رحمت

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، عبادت انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر محمد عارف

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، عبادت انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد

Sobia Rehmat

Ph.D Scholar, Department of Urdu, Ibadat International University, Islamabad

Dr. Muhammad Arif

Associate Professor, Department of Urdu, Ibadat International University, Islamabad

Abstract:

In the world of literature, there are many names that have gained fame for a single reason, yet their creative works remain largely unknown to the world. Suraiya Shahab is one such name in the literary world. Suraiya Shahab was a renowned Pakistani broadcaster, journalist, and novelist. Her novels not only tell personal stories but also reflect social realities, political unrest, and cultural challenges. In her works, social issues are explored through her characters, plots, and thematic choices. Her novels do not merely tell personal stories; they also reflect society, social unrest, and the struggles of women. Suraiya Shahab's novels convey a philosophical sensibility that encourages reflection on both the inner aspects of human life and societal issues. In her works, she portrays women's personalities, their challenges, and desires, while also highlighting a struggle that has existed within women since the beginning of time—a struggle that emphasizes supporting men rather than merely seeking equality. She is counted among those writers who have adorned Urdu literature with new ideas and emotions.

Keywords: Literature, Broadcaster, Journalist, Novelist, Social Realities, Reflect Society, Social Unrest, Political Unrest, Cultural Challenges

اُردو ادب کی تاریخ میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں نے بھی اپنے تجربات، مشاہدات اور احساسات کو الفاظ کی شکل دی اور سماج کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کیا۔ ادب کی دنیا میں بہت سے نام ایسے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کسی ایک وجہ سے شہرت حاصل کی ہے لیکن ان کی تخلیقات دنیا کی نظر سے اوجھل ہیں ایسا ہی ایک نام ادب کی دنیا میں ثریا شہاب کا ہے۔ ان کے اجداد دہلی سے ہجرت کر کے کراچی پاکستان آئے ان کی پیدائش بھی وہیں ہوئی ان کی وجہ شہرت نیوز کاسٹنگ ہے۔ اپنی عمر کے ابتدائی حصے میں ہی وہ ریڈیو ایران زہدان کے ساتھ وابستہ ہو گئی اور انھوں نے وہاں تقریباً ۱۰ سال گزارے۔ ان کی زندگی صرف صحافت کے ساتھ ہی منسلک نہ

رہی بلکہ وہ ایک اچھی لکھاری بھی تھیں۔ وہ ایک افسانہ نگار، ناول نگار، شاعرہ اور کالم نویس بھی تھیں۔ ناول نگاری کی دنیا میں خواتین ناول نگاروں نے نہ صرف عورتوں کے مسائل کو اجاگر کیا بلکہ معاشرے کے بیشتر ایسے مسائل جو معاشرے کو ناسور بنا رہے تھے ان کو بھی بیان کیا۔

ثریا شہاب پاکستان کی ایک مشہور براڈکاسٹر، صحافی اور ناول نگار تھیں۔ ان کا زندگی کا تجربہ، ان کا میڈیا کا کیریئر اور ان کی تحریریں سماجی، سیاسی اور ثقافتی پرتوں سے گہری وابستگی رکھتی ہیں۔ ان کے ناولوں میں صرف ذاتی کہانی نہیں بلکہ معاشرے کی عکاسی، سماجی انتشار اور عورتوں کی جدوجہد کی جھلک ملتی ہے۔ ان کے ناولوں میں عورتیں صرف ثانوی کردار نہیں ہوتیں بلکہ اپنی جدوجہد، احساسات اور شخصیت کے حامل کردار ہیں۔ سفر جاری ہے میں خاص طور پر خواتین کی تحریری زندگی (خطوط، خیالات) اور ان کی خود آگاہی پر توجہ ہوتی ہے۔ یہ سماجی بحث کو جنم دیتا ہے کہ عورتیں معاشرتی بندشوں اور روایتی توقعات کے باوجود اپنی شناخت کیسے بناتی ہیں۔ مارشل لا کے دور کا پس منظر ناول میں ایک اہم فریم ورک فراہم کرتا ہے، جو سیاسی بے اعتمادی، تشدد اور استبداد کی حالت کو بیان کرتا ہے۔ یہ سماجی نکتہ ناول کی کشمکش اور کرداروں کی اندرونی جدوجہد کو تقویت دیتا ہے۔ لوگ اپنے مستقبل اور سماجی نظام کی غیر یقینی صورتحال سے متاثر ہیں۔

بارشوں کے موسم میں جیسا عنوان ماضی کی یاد اور اُس کے اثرات کی علامت بن سکتا ہے۔ کرداروں کے درمیان تعلقات، علیحدگیاں اور یادیں ماضی کی طرف ایک کشش پیدا کرتی ہیں، جو سماجی اور نفسیاتی سطح پر کرداروں کو تشکیل دیتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرد کا ذاتی اور سماجی ماضی اس کی موجودہ زندگی پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ ثریا شہاب کے اب تک دو ناول شائع ہو چکے ہیں پہلا ناول "سفر جاری ہے" ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔ اس میں ملک کے حالات کے ساتھ جاگیر دارانہ نظام، کسانوں کے مسائل اور کراچی کے آشوب زدہ مناظر کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ مسلسل جدوجہد کی کہانی ہے زمان و مکاں کی قید کے بغیر یہ جدوجہد جاری رہتی ہے بنیادی مسائل اس طرح برقرار رہتے ہیں۔ اس ناول میں ثریا شہاب سیاسی اور ملکی حالات جن میں شہر اور دیہات ہر جگہ پر پائے جانے والے عام آدمی کے مسائل کو بیان کیا ہے جس میں وہ حالات کی چکی میں پستا ہے اور مسلسل جدوجہد کرتا ہے۔ اس ناول کے بارے میں ثریا شہاب یوں لکھتی ہیں کہ

"یہ کہانی پاکستان میں بسنے والے بہت سے نوجوانوں کی کہانی ہے جن کے خوابوں میں ایک خوشحال سرسبز پاکستان بستا ہے۔"(۱)

انھوں نے اپنے ناول "سفر جاری ہے" میں مارشل لاء، سیاسی سرگرمیوں، اس کے نتیجے میں ہونے والی تحریکوں اور ہنگامی حالات پر لکھا ہے۔ ان کا یہ ناول شہر اور گاؤں دونوں حالات کی عکاسی کرتا ہے۔ ناول کا مرکزی کردار صائمہ کراچی کے سیاسی حالات اور مارشل لاء کے نتیجے میں ہونے والی تحریکوں اور احتجاجوں میں حصہ لیتی ہے اور سیاسی قیدیوں کو رہائی دلوانے کی کوشش کرتی ہے عام آدمی کے لیے آواز اٹھاتی ہے دوسری طرف جب وہ گاؤں جاتی ہے تو وہاں جاگیر دارانہ نظام دیکھ کر لڑتی ہے لیکن کسی میں ہمت نہیں کہ اس نظام کے خلاف آواز اٹھا سکے۔ ملکی حالات مختلف ہو سکتے ہیں لیکن عوام الناس اس چکی میں پس رہی ہے لیکن اس امید میں جدوجہد جاری ہے کہ حالات اچھے ہوں گے۔ ان کا دوسرا ناول "بارشوں کے موسم میں" ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا۔ ثریا شہاب کا ناول بارشوں کے موسم میں اُردو فکشن کا ایک بہترین نمونہ ہے جو حقیقت اور رومانویت کے درمیان ایک سیڑھی کا کام کرتا ہے۔ ثریا شہاب کے ناول فکری لحاظ سے بہت سے اہم موضوعات پر مبنی ہیں اور انھوں نے اپنے ناولوں میں بیشتر سماجی مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔ یہاں انھوں نے

حقیقت نگاری اور رومانیت کے امتزاج کو بیان کیا ہے۔ انھوں نے شہر سے دور ایک رومانوی دنیا کو بھی بیان کیا ہے جہاں مسائل کے انبار تو لگے ہوئے ہیں لیکن یادوں کے عمل سے زندگی کو حسین بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ انتظار حسین اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"اس ناول میں حقیقت نداری کا ذائقہ بھی ہے۔۔۔ پھر ثریا شہاب اس حقائق واقعات کی اس دنیا سے نکل جاتے ہیں اور ایک خوبصورت رومانی دنیا تعمیر کرتی ہیں۔"(۲)

انھوں نے اپنے ناول بارشوں کے موسم میں مرکزی کردار سحر کے بارے میں بتایا ہے جو تعلیم کے سلسلہ میں بیرون ملک مقیم ہیں۔ وہاں کے حالات سے گھبرا کر کراچی آتی ہے لیکن کراچی کے حالات بہت دگرگوں ہیں۔ ہر طرف ہنگامے، جرائم، چوری، ڈکیتی اور کسی بھی فرد کا غائب ہونا ایک عام سی بات ہے یہاں سے وہ پہاڑی علاقے کی طرف نکل جاتی ہے مسائل تو وہاں بھی بہت سے ہے لیکن وہاں کے ماحول میں وہ سکون کی تلاش کرتی ہے۔ اس ناول میں بھی ثریا شہاب بیرون ملک بسنے والے لوگوں کے مسائل کے ساتھ کراچی کے حالات اور پہاڑی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کو تعلیم، صحت اور زندگی گزارنے کے لیے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کو بیان کرتی ہیں اور ہر کوئی جہد مسلسل میں اچھے حالات کی امید پر زندگی گزار رہا ہے اس کی عکاسی کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ ملکی مسائل اور بیرون ملک میں موجود رہنے والے لوگوں کے مسائل کا ذکر اس ناول میں کرتی ہیں اور ان مسائل کو بیان کرنے کے علاوہ وہ سماجی شعور کو اجاگر کرنے اور جدوجہد کا تذکرہ بھی کرتی ہیں۔

انھوں نے اپنے ناولوں میں عورت کو ایک مظلوم کردار کی بجائے ایک متحرک شخصیت کے طور پر بیان کیا ہے جو معاشرے میں اپنا مقام حاصل کرنے کی جدوجہد میں رہتی ہے۔ حقیقت نگاری اور رومانویت دو الگ الگ پہلو ہیں لیکن انھوں نے ان دونوں بیانیوں کو ایک ساتھ سمیٹ لیا۔ چند مصنفات کی طرح ثریا شہاب نے نہ صرف عورتوں کے مسائل کو ہی اپنے ناولوں میں گھسیٹا بلکہ انھوں نے حقیقت نگاری میں ایک نئی جمالیاتی جہت متعارف کرائی جس کی بنا پر انھوں اُردو ناول کو فکری اور موضوعاتی سطح پر مزید متنوع بنا دیا۔ ان کی فکر میں نہ صرف داخلی پہلو بلکہ معاشرے کے بیشتر عناصر اور بہت سی شخصیات کا اثر نظر آتا ہے۔ ثریا شہاب کے تخلیقی شعور پر بہت سے بڑے بڑے ادیبوں کے اثرات نظر آتے ہیں وہ خود کو ڈاکٹر وزیر آغا اور احمد ندیم قاسمی جیسے نامور شخصیات کے فکری مزاج سے وابستگی ظاہر کرتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہیمنگ وے اور آرتھر ملر جیسے مغربی فکشن نگاروں کے ساتھ لگاؤ سے بین الاقوامی وسعت کا اظہار کرتی ہیں۔ ثریا شہاب کے ناولوں میں ایک ایسا فکری تاثر پایا جاتا ہے جو انسانی زندگی کے داخلی پہلوؤں اور معاشرتی مسائل پر غور کرنے کو کہتا ہے۔ انھوں نے اپنے ناول میں عورت کی شخصیت، ان کے مسائل اور خواہشات کے ساتھ ساتھ ایک ایسی جدوجہد کو بھی بیان کیا ہے جو روز اول سے ہی عورت کے اندر رہی ہے جو عورت کو مرد کے ساتھ برابری کی بجائے اس کا ساتھ دینے پر زور دیتی ہے۔ ان کا شمار ان ادبا میں ہوتا ہے جنھوں نے نئی فکر اور جذبات کو اُردو ادب کی زینت بنایا۔

بہت سے ناول نگاروں نے ناولوں میں سماجی مسائل کا تذکرہ کیا ہے سماجی مسائل سے مراد معاشرے میں پائے جانے والے مسائل ہیں جو زمان و مکان کی قید تو ہو سکتی ہے لیکن مسائل ہر جگہ پائے جاتے ہیں ان کی نوعیت مختلف ہو سکتی ہے۔ معاشرے میں ایسے حالات کا پیدا ہو جانا جو معاشرے کے لیے قابل مذمت ہو یا ناپسندیدہ ہو وہ سماجی مسائل کہلاتے ہیں۔ ان میں بہت سے غیر فطری رسم و رواج، زمین داری نظام میں کسانوں کا استحصال، غربت، بنیادی سہولتوں کی کمی، جان و مال کا عدم تحفظ، بے روزگاری، ناانصافی، عدم مساوات، بدعنوانیاں اور معاشرتی اقدار کا زوال شامل ہیں۔ سماجی مسائل کے متعلق رائٹ ملزیوں بیان کرتے ہیں کہ

"ایک سماجی مسئلہ کئی لوگوں کو متاثرہ کرتا ہے اس میں ایسے اقدار اخلاقیات شامل ہوتے ہیں جو کئی لوگوں میں مشترک ہوتے ہیں مثلا بڑے پیمانے پر بے روزگاری۔"(۳)

کوئی بھی ناول نگار اپنے فکشن میں صرف معاشرتی مسائل کا تذکرہ کرتا ہے لیکن ایک اچھا ناول نگار وہ ہے جو اپنے معاشرے میں پائے جانے والے مسائل کی نشاندہی بھی کرتا ہے اور ان کا حل بھی پیش کرتا ہے۔ اُردو ناول نذیر احمد، راشد الخیری، عبد الحلیم شرر، ہادی رسوا اور پریم چند سے ہوتا ہوا جب ترقی پسند تحریک تک پہنچتا ہے تو ادب میں حقیقت پسندی کو بیان کیا جانے لگا۔ معروف نقاد ممتاز شیری کی رائے اس کے بارے میں یوں ہے کہ

"وہ ادب جو زندگی کو اپنے حقیقی روپ میں پیش کرے جس میں زندگی کی تفسیر ہی نہیں تنقید بھی ہو اور جس میں زندگی کو بہتر بنانے کی صلاحیت ہو۔"(۴)

غربت: غربت معاشرے میں پائے جانے والے مسائل میں سے ایک ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ غربت خود ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اکثر یہ سمجھا جاتا ہے کہ غربت معاشرتی مسائل کی وجہ ہے لیکن معاشرتی مسائل کی وجہ سے بھی غربت پیدا ہوتی ہے۔ غریب حالات کی چکی میں پستہ چلا جاتا ہے۔ امیروں کے اس معاشرے میں نہ تو اس کے پاس اتنے وسائل ہیں کہ وہ اپنے اخراجات کو پورا کر سکے اور نہ ہی وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اپنے حالات کو بہتر کر سکے۔ مہنگائی کی وجہ سے کوئی بھی غریب اپنے پیٹ کو مشکل سے بھرنے کا بندوبست کرتا ہے غریب آدمی جس معاشرے میں رہتا ہے ڈھیروں مسائل اس کی زندگی میں ہوتے ہیں لیکن ان سب زندگی کے مسائل کا اندازہ ایک ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھنے والے نہیں لگا سکتے۔ ان تمام مسائل کی نشاندہی ثریا شہاب نے اس طرح کی ہے

"غریبوں کے جن مسائل کا آپ ذکر کر رہی ہیں کبھی ان سے اپ کا واسطہ پڑا؟ آپ کو ہسپتال میں دوائی لینے کے لیے لائن میں لگنا پڑا؟ میلوں پیدل سفر کرنا پڑا۔۔۔ آپ کے بچے سکول جانے کی بجائے مزدوری کرنے پر مجبور ہیں؟ پینے کے صاف پانی کے لیے گھڑا سر پر رکھ کر ہم میں سے کون میلوں سفر کرتا ہے ہم کو پتہ نہیں غربت کیا ہوتی ہے۔"(۵)

بے روزگاری اور غربت کی وجہ سے لوگوں کے پاس کام نہیں ہوتا اور پیٹ بھرنے کے لیے دو وقت کی روٹی میسر نہیں آتی۔ ان حالات میں چھوٹے چھوٹے بچے مختلف جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں جس سے معاشرے کے حالات خرابی کی طرف راستہ بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح اس ناول میں جرائم پیشہ اور سماج دشمن عناصر کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ بچوں کو بے راہ روی کا عادی بنا دیتے ہیں۔ لوٹ مار کر کے معاشرے میں انتشار پھیلاتے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ پولیس بھی ان کا ساتھ دیتی ہے اور سونے پہ سہاگہ یہ کہ اگر ہرتالیں ہو جائے گا تو غریب بچارے بھوک سے مر جاتے ہیں۔

"میں اپ کو کیسے بتاؤں یہاں کیا حال ہے چھوٹے چھوٹے بچے ان کاموں میں لگ گئے ہیں لوگوں کے پاس کام نہیں ہے پیسہ نہیں ہے۔" (۶)

زمیندار، جاگیر دار اور وڈیرے غریب مزارعین کا استحصال کرتے ہیں اور یہ سلسلہ شروع دن سے ہی جاری ہے۔ یہ جاگیر دار ان مزارعوں کو اپنے پاس روٹی اور کپڑے کی عوض نسل در نسل غلام بنا کر رکھتے ہیں۔ ساری محنت کسانوں کی ہوتی ہے لیکن وہ صرف اس لیے جاگیر داروں کے سامنے نہیں بول پاتے کہ یہ ان کی زمینوں پر کام کرتے ہیں۔ اپنے اثر و رسوخ اور طاقت کے بل بوتے پر یہ کسی بھی مزارع سے سب کچھ حتی کہ اس کی عزت تک چھین لیتے ہیں اور یہ لوگ ان کے خلاف اس لیے نہیں بولتے کہ جو بولتا ہے

اس کا سب کچھ چھین لیا جاتا ہے۔ اتنی محنت کرنے کے باوجود کسان کے پاس اپنے کھانے کے لیے بھی اناج نہیں بچتا اور وہ پھر ان جاگیرداروں نرغے میں پھنس جاتا ہے۔ ثریا شہاب نے اپنے مختصر ناولوں میں بھی اس چیز کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

"ایک غریب کسان جو سارا دن ہمارے کھیتوں میں مزدوری کرتا ہے گرمیوں کی جلتی دوپہروں میں اور سردیوں میں پو پھٹنے سے پہلے۔۔ ۔پانی دیتا ہے ہل چلاتا اور جب فصل پک کر کٹ کر تیار ہو جاتی ہے زمیندار کے کارندے سے اٹھا کر لے جاتے ہیں اس کے پاس اتنا ناج نہیں بچتا کہ سال بھر اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھر سکے۔۔۔۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ زمین اس کی نہیں؟"(۷)

جاگیر دارانہ نظام نے غریبوں کو اپنے اس قدر شکنجے میں لیا ہوا ہے کہ وہ چاہ کر بھی اس سے نہیں نکل سکتے۔ جاگیرداروں نے کسانوں کو اس قدر بے بس کر دیا ہے کہ وہ راضی بر رضا ان حالات میں زندگی گزار رہے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ کسانوں کی اپنی زمین کا نہ ہونا ہے۔ وہ نسل در نسل جاگیر داروں کی زمینوں پر کام کر رہے ہیں زمین نہ ہونے کی وجہ سے ان کی پکی پکائی فصل جاگیر دار قبضہ کر لیتے ہیں۔ غریب کسانوں اور مزارعوں کے حالات اس لیے بھی نہیں بدلتے کہ جاگیر دار ان کو باہر کی دنیا سے واقف ہونے نہیں دیتے اور نہ ہی ان کے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے دیتے ہیں۔ وہ ان کسانوں کو بنیادی ضروریات روٹی اور کپڑا میں الجھا کر رکھتے ہیں۔ یہ طبقہ نہ ہی ان بنیادی ضروریات کی الجھنوں سے نکلتا ہے اور نہ ہی یہ اپنے کام کی اجرت طلب کرتے ہیں بلکہ بغیر پیسوں کے یہ لوگ ساری ساری زندگی کام کرتے ہیں اور صرف روٹی اور کپڑے کے لیے لیکن وہ بھی ان کو پیٹ بھر کر میسر نہیں آتا۔ غریبوں کی زندگیوں کو چند ضروریات کے بدلے میں امیروں نے اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ ان کی سوچ اور عقل پر غلامی کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ ان کے پاؤں پر بھوک اور افلاس کی زنجیر نے ان کو اس قدر جکڑا ہوا ہے کہ وہ چاہ کر بھی اس زنجیر کو توڑ نہیں سکتے بلکہ یہ کہنا مناسب ہو گا کہ وہ اس زنجیر کو توڑنا نہیں چاہتے اور وہ افلاس کے سائے سے نکلنا بھی نہیں چاہتے۔ ثریا شہاب ان کی سوچ کی عکاسی کرتے ہوئے یوں لکھتی ہیں کہ

"حالات کیوں نہ بدل سکے تھے گاؤں میں لوگ مدتوں سے نہ جانے کب سے راضی بر رضا چلے آ رہے ہیں انھیں اپنے حالات کا احساس تھا نہ اندازہ ——— کریم کی ماں سے جب اس نے پوچھا کہ تم کو کتنی تنخواہ ملتی ہے تو اس نے حیرت سے اپنی آنکھیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا ——— بی بی میں تو یہیں پیدا ہوئی تھی۔ بڑے بھلے لوگ ہیں میری شادی پر سارا خرچہ بڑی چوھدرائین نے اٹھایا تھا۔ کریما نے ناسکول کی شکل دیکھی تھی نہ کبھی کرکٹ کا بلا ہاتھ میں پکڑا تھا ایسے ہزاروں کریما اور ان کی مائیں ان کے باپ ہر جگہ تھے جو محنت اور مشقت کی چکی میں بغیر کسی اجرت کے پیسے چلے جا رہے تھے دو وقت کی روٹی کے بدلے ——— کبھی کبھی وہ بھی پیٹ بھر کر نہ ملتی اور تن کے کپڑے ہمیشہ دوسروں کی اترن ہوا کرتے کبھی چھوٹے کبھی بڑے۔۔۔ بدوضع بدرنگ۔"(۸)

دیہاتوں میں رہنے والے کاشت کار اور مزارعے بڑے جاگیر داروں کے جبر کا شکار ہوتے ہیں ان کے ناگھر محفوظ ہیں اور نہ ہی عزتیں پولیس والے بھی ان کی کوئی مدد نہ کرتے الٹا وہ ان کو مختلف کیسوں میں پھنسا دیتے ہیں۔ "ناول سفر جاری ہے" میں ناول نگار نے جاگیر دار اور اس کے بھائی کو اپنے مزارعوں پر مظالم کو بیان کیا ہے کہ تحصیلدار پولیس والے سب ان کے یار دوست ہیں کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جاگیر دارنہ نظام اس طرح چلتا رہے گا اگر زمینوں پر کچھ گڑبڑ ہو یا مزارعوں نے ٹبائی دینے سے انکار پر انھوں نے مزارعوں پر مظالم کی انتہا کر دی ثریا شہاب نے اسے ایسے بیان کیا ہے

"اگلی صبح کہ اخبار میں اس واقعہ کی خبر درج تھی زمیندار کے گنڈوں نے مزاراؤں پر حملہ بول دیا تھا ان کے گھر جلا دیے تھے لوگوں نے جان بچانے کے لیے مسجد میں پناہ لی ہاتھ میں قران اٹھا کر واسطے دیے تھے دو افراد مارے گئے تھے بہت سے زخمی ہوئے تھے پولیس انتظامیہ میں سے کوئی بھی مدد کو نہیں پہنچا تھا۔"(۹)

یہ جاگیر دار اپنا رعب و دبدبہ رکھنے کے لیے کسانوں پر مظالم کرتے ہیں۔ اگر جاگیر دار کسان کا استحصال نہ کریں تو ان کا روب و دبدبہ ختم ہو جاتا ہے۔ انھیں کھانے کے لیے روٹی اور پہننے کے لیے کپڑے نصیب نہیں ہوتے ہیں۔ وہ چاہ کر بھی اپنی اولاد کو تعلیم بھی نہیں دلوا سکتے۔ اس طرح نسل در نسل غلامی کا سلسلہ چلتا ہے اور پسماندگی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ ناول سفر جاری ہے میں ثریا شہاب نے جاگیر دانہ نظام میں پھنسے ہوئے کسانوں، سیاسی حالات مارشل لاء اور اس دوران میں ہونے والے ہنگامی حالات کا ذکر کیا ہے ناول کا مرکزی کردار سائمہ انقلابی خیالات رکھتی ہے اپنے تایا اور تائی کے ساتھ مل کر وہ مختلف تنظیموں کا حصہ بنتی ہے۔ اس کے بعد لوگوں کا احتجاج، حکومت کی جوابی کاروائیاں اور سیاسی قیدیوں کی رہائی کے لیے کوششوں کا ذکر ہے۔ مسائل تو وہی رہتے ہیں کبھی لوگ اس کی جدوجہد کا حصہ بن جاتے ہیں کبھی اس سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں لیکن تھک ہار کر بیٹھتے نہیں بلکہ سفر جاری رہتا ہے۔ اسی جدوجہد میں بھی زندگی گزر جاتی ہے۔

> "اور بات کچھ نہ کچھ آگے بڑھتی رہتی اچانک حالات نے پلٹا کھایا ملک بھر میں ہنگامی حالات کا نفاذ مارشل لاء اور گرفتاریاں شروع ہو گئی ہنگامی حالات کہ تحت فوج کو غیر معمولی اختیارات حاصل ہو گئے تھے جب چاہا کسی کے گھر چھاپا مارا اور گرفتار کر کے لے گئی ہر جگہ دہشت اور خوف مسلط تھا ہر روز کسی نہ کسی کو فوجی عدالت میں سزا سنائے جانے کی خبر مل جاتی یا ملازمت سے معطل کیے جانے کی۔"(۱۰)

ڈاکٹر عقیلہ جاوید سفر جاری ہے کے بارے میں لکھتی ہیں

> "ثریا شہاب کا سفر جاری ہے بھی مارشل لاء کے تناظر میں لکھا گیا اس میں مارشل لا کے نتیجے میں پیدا ہونے والی کھٹن اور بے یقینی کو موضوع بنایا گیا ہے یہ بے یقینی محرومیوں اور انسانی حقوق کے استحصال کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔"(۱۱)

ناول نگار نے پہاڑی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کے مسائل کا ذکر کیا ہے ان کو بہت سے مسائل دو چار ہیں جن میں روزگار کا مسئلہ بہت سب سے پہلے آتا ہے اور دور دراز علاقوں میں کام کرتے ہیں اور اپنے بچوں کے اچھے مستقبل کی امید پر تعلیم دلواتے ہیں لیکن ان کی یہ جدوجہد روزی روٹی کے پورا ہونے میں گزر جاتی ہے اور ان کے بچے دور دراز سفر کر کے بعد اس قابل نہیں ہو پاتے کہ وہ اپنے باپ دادا کی طرح دوسروں کی نوکری نہ کریں بلکہ اپنا کاروبار کر سکیں کیونکہ نہ اتنی تعلیم ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی ہنر ہوتا ہے ثریا شہاب پہاڑی علاقوں کی تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں مشکلات کا ذکر اپنے ناول میں یوں کرتی ہے۔

> "اس پورے علاقے میں ایک ہی سیکنڈری سکول تھا کئی کئی کلو میٹر کا پہاڑی راستہ طے کر کے اونچی نیچی پگ ڈنڈیوں سے گزرتے ہوئے یہ بچہ روز تیزی سے وادی میں اتر رہے ہیں سحر ہو جاتی ہے کہ یہاں معمولی سے پڑھائی بھی کتنی مشکل ہے۔ کوئی سہولت نہیں پہلا برفاری برف باری اور خراب موسم میں یہ کیسے جاتے ہوں گے کاش انھیں کوئی ہنر بھی سکھا دیا جاتا۔"(۱۲)

پہاڑی علاقے کے مسائل میں تعلیم کے ساتھ ایک بڑا مسئلہ صحت کی سہولیات کا فقدان ہے اگر کسی کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو وہاں کے ہسپتال میں ابتدائی طبی امداد تو دی جاتی ہیں لیکن جدید ترین سہولیات میں اثر نہیں ہے ان کو اسلام آباد کے بڑے ہسپتال میں جانے پڑتا ہے اور کبھی نہ پہنچنے یا تاخیر سے پہنچنے کی وجہ سے مریض مر جاتا ہے۔

"ناجانے کن امیدوں کے ساتھ دور دراز کے علاقوں سے ان کے رشتہ دار انھیں یہاں لے کر آتے ہیں مگر حالات یہی تھے کہ ان ہسپتال میں بھی بعض بنیادی ضرورت کہ آلات تک موجود نہیں سخت ترین ایمر جنسی میں بھی ڈاکٹر اسے باہر ایکسرے کرانے کو بھیجتے جس کے فیس کئی ہزار روپے ہوتی ٹھیک اور کبھی کبھی یہ ہوا کہ تاخیر کے سبب مریض کی موت ہو جاتی۔"(۱۳)

ثریا شہاب نے اپنے ناول بارشوں کے موسم میں پہاڑی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کے مختصر لیکن جامعہ مسائل بیان کیے ہیں کہ کس طرح لوگ بھاری کے دنوں میں اپنی روزی روٹی کے لیے محنت کرتے ہیں بچے تعلیم حاصل کرنے کے لیے دور دراز میلوں سفر طے کر کے جاتے ہیں لیکن معمولی سی تعلیم حاصل کرنے پر نہ تو نوکری ملتی ہے نہ کوئی ہنر ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ وہ اپنا روزگار حاصل کر کے اپنی روٹی کما سکیں اس کے علاوہ صحت کی سہولیات کا بھی فقدان ہے ابتدائی طبی امداد کے بعد بڑے ہسپتالوں میں روزانہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ ان کے پاس بنیادی ضرورت کے آلات بھی موجود نہ تھے۔ ثریا شہاب نئے پہاڑی لوگوں کی زندگی کے مسائل کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس ناول میں بیرون ملک جانے والے لوگوں کے ساتھ پیش آنے والی مشکلات کو کمال مہارت سے بیان کیا ہے کہ کس طرح لوگ اپنے پیسے لگا کر اپنی طرف سے منافع بخش خیال کرتے ہیں اس کے لیے وہ اپنی جمع پونجی تک لگا دیتے ہیں۔ انھوں نے بیرون ملک جانے والے افراد کی شروع کی مشکلات کا ذکر کیا ہے۔ سحر ناول کا مرکزی کردار جب پڑھنے کے لیے باہر جاتی ہے اس کے والدہ اس پر اپنی تمام جمع پونجی خرچ کر دیتی ہے لیکن وہاں جانے والے افراد کی ابتدائی مشکلات میں رہائش کھانا پینا اور اپنا خرچہ نکالنا شامل ہے اس کے لیے پڑھائی کے ساتھ ساتھ کام کرنا پڑتا ہے۔ اس کو ثریا شہاب نے ایسے بیان کیا ہے کہ

"مگر اب سامنے بڑا مسئلہ تھا کمرے کا کرایہ دینے کا کھانے پینے کا خرچ چلانے کا سحر کو زندہ رہنے کے لیے کچھ کرنا تھا تب سحر نے کپڑوں کی ایک دکان پر سیل گرلز کا کام ڈھونڈ لیا تھا۔ ہفتے میں تین دن کچھ گھنٹے کے لیے اسے اتنا فائدہ ہوا تھا کہ وہ کمرے کا کرایہ وقت پر ادا کر سکتی تھی اور تھوڑا بہت دوسرا خرچ بھی نکال آتا تھا۔"(۱۴)

باہر آنے والے افراد بڑے سہانے خواب لے کر آتے ہیں کہ جاتے ہی ڈپلومہ یا جو ڈگری کرنے آئیں جلد مکمل کرنے کے بعد پیسہ کمائیں گے لیکن حالات اس سے الٹ ہوتے ہوئے ہیں وہاں کی مشکل زندگی جس میں رہائش اور کھانے اور بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے چکروں میں بھاری فیس ادا نہیں ہو پاتی اور یہ نوجوان وہاں ان کو پورا کرنے میں مگن چکر بن جاتے ہیں۔

"لندن آئے اسے دو سال ہو چکے تھے مگر کورس میں مکمل نہیں ہوا تھا۔ بے حساب پرائیویٹ تعلیمی ادارے تھے مگر فیس اتنی زیادہ کہ کھال کھینچ لیتے تھے۔ پڑھنے کے لیے آنے والے تیسری دنیا کے نوجوان ان کے ماں باپ باہر کی

ڈگریوں اور ڈپلوموں کے لیے اپنی زندگی بھر جمع پونجی جمع کر کے بھیج دیتے۔"

(۱۵)

بیرون ملک میں بسنے والے افراد کا ایک مسئلہ ذہنی تناؤ یا ڈپریشن ہے ان کے سرد ممالک کا موسم سرد ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کا سرد رویہ ہے وہاں کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہیں ہر بندہ اپنی زندگی کی ضروریات کو پوری کرنے کی دوڑ میں لگا ہوا ہے نہ کسی کے پاس وقت ہے اور نہ دینے کے لیے پیسہ سب سے بڑھ کر جب کوئی تیسری دنیا کا بشندہ وہاں جاتا ہے تو اسے بہت سے مسائل جیسے رہائش کھانے پینے کا انتظام اور سب سے بڑھ کر تنہائی کا عذاب جھیلنا پڑتا ہے اس کی وجہ سے ذہنی تناؤ ایک عام بات ہے۔

"سحر کا کمرہ سرد اور تاریک تھا اس کا دل بھی اداس اکیلا اور اندھیروں کی زد میں
تھا ان دنوں وہ سخت ڈپریشن کا شکار تھی ڈپریشن سرد ملکوں کی عام بیماری تنہائی کا
روگ۔"(۱۶)

ناول نگار نے اس ناول میں ہر طرح سے ملکی اور غیر ملکی حالات کا ذکر کیا ہے اگر ہم دونوں ناولوں میں مسائل کا جائزہ لیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انسان ازل سے لے کر اپنی بنیادی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کی تگ و دو میں لگا ہوا ہے۔ ثریا شہاب کہ ناولوں میں ہر طرح کے سماجی مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ ناول نگار نے مختلف جگہوں کے حالات اور مسائل بیان کیے ہیں۔ عام آدمی کے مسائل ہر جگہ ایک جیسے ہیں وہ چاہے کراچی جیسے شہر میں رہتا ہے یا دور دراز گاؤں میں جہاں جاگیر داروں نے اپنے پنجے گاڑے ہیں۔ مسائل کی نوعیت ایک سی ہے ایک جیسی غربت، بنیادی سہولیات کی کمی، بے روزگاری، سیاسی اور جاگیر داروں کا گزبانہ نظام اور جان و مال کا عدم تحفظ یہ ہم وطبقہ اپنی ضروریات روٹی کپڑا اور مکان کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھتا ہے کبھی وہ سمجھتا کر لیتا ہے اور کبھی کچھ اچھے دنوں کی امید میں آگے بڑھتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ثریا شہاب، سفر جاری ہے، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء، فلیپ
۲۔ ثریا شہاب، بارشوں کے موسم میں، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء، فلیپ
۳۔ رائٹ ملز، the sociological imagination، آکسفورڈ یونیورسٹی، ۱۳ اپریل ۲۰۰۰ء
۴۔ ممتاز شیری (مشمولہ)، اُردو ادب کی ترقی پسند تحریک، فکشن ہاؤس لاہور، ص:۴
۵۔ ثریا شہاب، سفر جاری ہے، ص:۲۸
۶۔ ایضاً، ص:۳۶
۷۔ ایضاً، ص:۲۸
۸۔ ایضاً، ص:۱۵۶-۱۵۷
۹۔ سفر جاری ہے، ص:۶۱
۱۰۔ ایضاً، ص:۸۶

۱۱۔ عقیلہ جاوید، ڈاکٹر، بیسویں صدی کے آخری دو دہائیوں میں اُردو ناول کے موضوعات اورر جہانات، مجلہ خیابان جامعہ پشاور، ۲۰۰۵، ص:۲۷۷

۱۲۔ ثریا شہاب، بارشوں کے موسم میں، ص:۱۰۵

۱۳۔ ایضاً، ص:۱۳۷

۱۴۔ ایضاً، ص:۷۳

۱۵۔ ایضاً، ص:۱۰۴

۱۶۔ ایضاً، ص:۷۳

References in Roman Script:

1. Suraiya Shehab, Safar Jari Hai, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 1995, flap.
2. Suraiya Shehab, Barishon Ke Mausam Mein, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2000, flap.
3. C. Wright Mills, The Sociological Imagination, Oxford University, 13 April 2000.
4. Mumtaz Shirin (mushmila), Urdu Adab Ki Taraqqi Pasand Tehreek, Fiction House, Lahore, p:4
5. Suraiya Shehab, Safar Jari Hai, p: 28
6. Ibid., p:36
7. Ibid., p: 28
8. Ibid., p:156–157
9. Safar Jari Hai, p: 61
10. Ibid., p:86
11. Dr. Aqeela Javed, Beesveen Sadi Ke Aakhri Do Ashron Mein Urdu Novel Ke Mozuat Aur Rujhanat, Majalla Khayaban, Jamia Peshawar, p:277
12. Suraiya Shehab, Barishon Ke Mausam Mein, p:105
13. Ibid., p:137
14. Ibid., p:73
15. Ibid., p :104
16. Ibid., P : 73